© rasailojaraid.com

تاریخ ازبکستان

تصنیف : سید کمال الدین احمد

ناصر : الفلاح سوسائٹی، شاہ فیصل کالونی-۳، کراچی

سال اشاعت : ۱۹۹۶ء

صفحات : ۱۱۱

قیمت : ۶۰ روپے

برصغیر میں ''وسطی ایشیا کے مطالعے'' کی ایک طویل اور جاندار روایت قائم رہی ہے، جسے حالیہ برسوں میں سابق سوویت یونین کے زوال، وسطی ایشیا کی ''سوویت جمہوریتوں'' کی آزادی، اور بعدازاں ''اقتصادی تعاون کی تنظیم'' میں ان کی شمولیت سے زبردست بڑھاوا ملا ہے۔ جامعات نے اِس خطے کے بارے میں خصوصی کورسز کا اجراء کیا ہے، لوگوں نے یہاں کی زبانیں سیکھنے میں دلچسپی لی ہے، آمدورفت میں اضافہ ہوا ہے اور ذرائع ابلاغ نے وسطی ایشیا کی تاریخ و ثقافت کے مختلف پہلو اجاگر کیے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں انگریزی اور اُردو میں ان گنت مقالات، آٹھ دس سفرنامے اور تاریخ و سیاست کے حوالے سے ڈیڑھ دو درجن کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ایک ''تاریخ ازبکستان'' پیشِ نظر ہے۔

وسطی ایشیا کی نوآزاد ریاستیں مستقبل میں کیا پالیسی اختیار کریں گی، اور دُنیا کے مختلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطوں اور طاقتوں کے ساتھ ان کے روابط کی نوعیت کیا ہوگی؟ ان سوالوں کا جواب بہت حد تک بوجوہ ازبکستان کے رویے پر منحصر ہے۔ اس لحاظ سے ازبکستان کا مطالعہ بالخصوص اہم ہے۔ نیز ازبکستان کو دوسری نو آزاد مسلم ریاستوں پر ایک فوقیت یہ حاصل ہے کہ بابر کی وادی فرغانہ کا بڑا حصہ اس میں شامل ہے اور بخارا و سمرقند جیسے شہر جن کے نام ہمارے ہاں زبان زد عام و خاص ہیں، یہیں واقع ہیں۔ (گزشتہ چند برسوں میں برصغیر سے وسطی ایشیا جانے والے سیاحوں کی اکثریت کی منزل، ازبکستان کے یہی شہر رہے ہیں۔)

ازبکستان کے تاریخی شہروں سے جناب سید کمال الدین احمد کے جذباتی اور تاریخی لگاؤ کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے ازبکستان کے بارے میں کتابوں کی تلاش شروع کی۔ عام کتب فروشوں سے تو اُنہیں کچھ حاصل نہ ہوا، البتہ کتب خانوں میں انہیں کچھ متفرق مواد ملا جسے اُنہوں نے افادہ عام کی خاطر زیر نظر کتاب کی شکل میں یک جا کر دیا ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بارے میں اُن کی رائے ہے کہ ''جہاد افغانستان'' نے اس میں کلیدی کردار ادا کیا ہے (ص ۱۰)، اسی لیے اُنہوں نے ایک باب میں مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق اور اُن کے جرنیل ساتھیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جن کی کاوشیں جہادِ افغانستان کے لیے وقف تھیں (صفحات ۹۹-۱۰۴)۔ جناب مئولف کو سوویت یونین اور کمیونزم کے زوال کی شکل میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا روشن مستقبل نظر آتا ہے، اس لیے اُنہوں نے صحابہ کرامؓ کی تبلیغی کاوشوں اور دورِ حاضر کے تین نومسلموں - یوسف اسلام، عبداللہ اڈھیار اور چو یونگ چم - کے حالات یک جا کیے ہیں۔ اگرچہ یہ موضوعات براہ راست ''تاریخ ازبکستان'' سے تعلق نہیں رکھتے، تاہم کتاب کا ابتدائی حصہ (صفحات ۲۴-۴۷) انہی پر محیط ہے۔

جناب مؤلف نے تاریخی تناظر میں ازبکستان میں اسلام کے نفوذ اور اِس خطے کے نامور سپوتوں - محمود غزنوی، امیر تیمور، الغ بیگ، بابر، بصماچی تحریک کے راہنماؤں اور انور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاشا۔ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور ازبکستان کے تین اہم شہروں۔ بخارا، سمرقند اور تاشقند۔ کا تعارف لکھا ہے۔ وسطی ایشیا کے بارے میں حالیہ برسوں میں (بالخصوص اردو میں) شائع ہونے والی کتابیں بہت زیادہ معیاری نہیں ہیں۔ اس صورت حال کے متعدد اسباب ہیں جن میں اِس موضوع پر بنیادی نوعیت کی کتابوں کی عدم دستیابی، پہلے سے اُردو میں اچھی کتابوں کی کمی اور بحیثیت مجموعی اُردو مصنفین کی سائنسی اندازِ تحقیق سے بے اعتنائی شامل ہیں، تاہم موجودہ مرحلہ گزر جانے کے بعد بہتر کتابوں کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ''تاریخ ازبکستان'' کے مؤلف اور اُن کے معاصرین کا یہ شرف بہرحال قائم رہے گا کہ وہ اِس راہ کے پیش رو اور متقدم ہیں۔

کتاب کا پیش لفظ (صفحات ۱۵-۲۳) ڈاکٹر وفا راشدی نے لکھا ہے جس میں انہوں نے حیدرآباد دکن اور اہلِ حیدرآباد سے اپنے تعلق کی داستان بیان کی ہے۔ (واضح رہے کہ مؤلف سید کمال الدین احمد، حیدرآبادی ہیں) اور جناب مؤلف کے تصنیفی کام کی بھرپور تعریف کی ہے۔ اُن کے الفاظ میں ''تاریخ ازبکستان کی تصنیف سید کمال الدین احمد کا سب سے بڑا کمال ہے (ص ۲۱)''، مگر سابق سوویت یونین اور وسطی ایشیا کے خطے کے بارے میں ڈاکٹر راشدی کی معلومات کا اندازہ اس بیان سے کیا جاسکتا ہے کہ ''اب روس صرف روس رہ گیا ہے۔ اس عظیم ملک [کی] عظیم ترین قوت پارہ پارہ ہوچکی ہے۔ تقریباً پندرہ غیر مسلم ریاستیں اور چھ مسلم ریاستیں آزادی و خود مختاری کی نعمتوں سے ہم کنار ہوئیں (ص ۲۱)''۔ یو. ایس. ایس. آر کو اُنھوں نے ''یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلکس'' کے بجائے ''یونائیٹڈ اسٹیٹس آف سوویت رشیا'' قرار دیا ہے (ص ۲۰)۔

جناب مؤلف نے کتاب کا زیادہ تر مواد ''اخباری مضامین'' سے اخذ کیا ہے، اس لیے متعدد اغلاط در آئی ہیں۔ مثال کے طور پر اُنھوں نے سابق ''سوویت یونین'' کی چھ مسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''جمہوریتوں'' (اور اب نوآزاد ریاستوں) کو سلطنت عثمانیہ کا حصہ قرار دیا ہے (ص ۱۲)۔

اور اُن کے نزدیک ''یہ اسلامی ریاستیں جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ ہیں (ص ۱۲)،'' حالانکہ سوویت دور میں ان ریاستوں کو صنعتی طور پر پس ماندہ رکھا گیا اور ازبکستان کو کپاس کی کاشت کے لیے وقف رکھا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ریاستیں اپنی ٹیکنالوجی کو مغربی ممالک کے تعاون سے بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔

ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ ''ازبکستان کی سرحدیں اسلامی ملکوں سے ملی ہوئی ہیں جن میں ترکی، ایران، افغانستان، ترکمنستان اور تاجکستان شامل ہیں (ص ۶۳)۔'' بلاشبہ ازبکستان کی سرحدیں مسلمان ملکوں سے ملتی ہیں، مگر ان میں ایران اور ترکی شامل نہیں ہیں، بلکہ ازبکستان کی ہمسایہ ریاستیں- افغانستان، ترکمنستان، تاجکستان، کرغیزستان اور قازقستان ہیں۔

کتاب سفید کاغذ پر شائع ہوئی ہے، سمرقند کے آثار کی چند تصاویر اور وسطی ایشیا کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔ سرورق ازبکستان کے نقشے سے مزین ہے، مگر یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ سرورق پر نقشے کے نیچے اقوام متحدہ کے مختلف اداروں کے ''مونوگرام'' کیوں دیے گئے ہیں، نیز ''اُزبکستان'' (الف پر پیش کے ساتھ) کو خلافِ معمول ''اَزبکستان'' (الف پر زبر کے ساتھ) کیوں لکھا گیا ہے۔

جناب سید کمال الدین احمد نے وسطی ایشیا اور بالخصوص ازبکستان پر قلم اٹھایا ہے تو اُن سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ وہ اِس خطے کے بدلتے ہوئے حالات پر نظر رکھیں گے، مزید اچھی کتابوں تک رسائی حاصل کریں گے اور اپنے قارئین کو ایک زیادہ بہتر کتاب فراہم کریں گے۔

© rasailojaraid.com